ڈاکٹر محمد مظہر بقاء

حضرت علیؓ کے ساتھ حضرت حسن بصریؒ کا اتصال

شاہ ولی اللہ کی نظر میں

حضرت علی[1] کے ساتھ حضرت حسن بصری[2] کے اتصال اور لقاء و سماع کا مسئلہ ہمیشہ سے مختلف فیہ رہا ہے ۔ صوفیہ متفقہ طور پر اتصال کے قائل ہیں اور علما و محدثین میں سے بعض حضرات اثبات کی جانب ہیں ،

۱- حضرت علی بن ابی طالبؓ ، اکثر اقوال کے مطابق ، ذکور میں سب سے پہلے اسلام لائے ۔ شہادت عثمان کے روز یعنی ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ خلیفہ ہوئے ۔ عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی نے کوفہ میں ۱۸ رمضان ۴۰ھ جمعہ کی صبح کو زخمی کیا اور تین روز بعد انتقال فرما گئے ۔ (اکمال ، ص ۸)

۲- حسن بن ابی الحسن ، ابو سعید ، بصری ، مدینے میں پیدا ہوئے ، اس وقت جب کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے دو سال باقی تھے ۔ والدہ کا نام ''خیرہ'' تھا جو ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کی باندی تھیں ۔ والد کا نام یسار تھا اور کنیت ابوالحسن ۔ آپ کے والد میسان کی جنگ میں قید ہوئے ۔ اکثر اقوال کے مطابق یسار ، حضرت زید بن ثابتؓ کے غلام تھے (کتاب الجمع ۱/۸۰ ، تاریخ کبیر قسم ۲ ، ج ۱ ، ص ۲۸۷ ، تاریخ صغیر ، ص ۱۱۷ ، کتاب الجرح و التعدیل ، ج ۱ ، قسم ۲ ، ص ۴۰ ، تہذیب الاسماء ۱/۱۶۱ ، تذکرۃ الحفاظ ۱/۷۱ ، شذرات ۱/۱۳۶ ، وفیات ۱/۳۵۴ ، البدایہ ۹/۲۶۶ ، انسائیکلو پیڈیا مذہب و اخلاق ۶/۵۲۵) ۔

ابن سعد لکھتے ہیں کہ حضرت حسن کی نشو و نما وادی القری میں ہوئی (طبقات ۷/۱۵۶ ، ۱۵۷) اور بقول ذہبی مدینے ہی میں نشو و نما ہوئی ۔ خلافت عثمانی میں انھوں نے قرآنِ کریم حفظ کیا اور کئی بار حضرت عثمان کو خطبہ دیتے سنا ۔ شہادتِ عثمان کے وقت وہ مدینے میں موجود تھے اور اس وقت ان کی عمر

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

مثلاً ذہبی[1] ، ابن حجر[2] ، ضیاء مقدسی[3] اور سیوطی[4] ، اور بعض نفی کی جانب مثلاً ابنِ مدینی[5] ، ابو زرعہ[6] اور ابنِ تیمیہ[7] ۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ)

چودہ سال کی تھی ۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/۷۱) ۔ شہادتِ عثمان کے بعد وہ بصرے آ گئے ۔ (اکمال ، ص ۸) ۔ حضرت معاویہؓ کے عہد میں ربیع بن زیاد والی خراسان کے کاتب رہے ۔ (تہذیب التہذیب ۲/۲۶۳) ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ کے ساتھ انھوں نے آندقان ، آندغان اور زابلستان میں تین سال تک جہاد کیا (طبقات ابن سعد ۷/۱۵۷) ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے والی عدی بن ارطاۃ نے انھیں بصرے کا قاضی مقرر کیا ، لیکن انھوں نے بہت جلد یہ عہدہ چھوڑ دیا ۔ (اخبار القضاۃ ۲/۷) ۔ رجب ۱۱۰ھ (اکتوبر ، نومبر ۷۲۸ء) کو شب جمعہ میں بصرہ میں انتقال ہؤا (طبقات ابن سعد ۷/۱۷۷) ۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ۸۸ سال تھی (کامل ابن اثیر ۴/۲۰۵) ۔

(حاشیہ صفحہ ہذا)

۱۔ ذہبی (۶۷۳—۷۴۸ھ/۱۲۷۴—۱۳۴۸م) محمد بن احمد بن عثمان ، حافظ ، مؤرخ ، علامہ اور محقق ہیں (الاعلام ۶/۲۲۲) ۔

۲۔ ابن حجر (۷۷۳—۸۵۲ھ/۱۳۷۲—۱۴۴۹م) احمد بن علی بن محمد ، العسقلانی ، محدث ، مؤرخ ، ادیب اور شاعر ہیں ۔ ڈیڑھ سو سے زیادہ کتابوں کے مصنف ہیں (معجم المولفین ۲/۲۰ ، ۲۱) ۔

۳۔ حافظ ضیاء الدین مقدسی ، صاحب کتاب المختارہ جو مکمل نہیں ہوئی ۔ ان کا انتقال ۶۴۳ھ میں ہؤا (تدریب الراوی ، ص ۸۰) ۔

۴۔ اتحاف ، ص ۵۷ ، سیوطی (۸۴۹—۹۱۱ھ/۱۴۴۵—۱۵۰۵م) عبدالرحمٰن بن ابی بکر ، الجلال ، امام ، حافظ ، مؤرخ اور ادیب ہیں ۔ تقریباً ۶۰۰ کتابوں کے مصنف ہیں (الاعلام ۴/۷۱) ۔

۵۔ ابن مدینی (۱۶۱—۲۳۴ھ/۷۷۸—۸۴۸م) علی بن عبداللہ ، بصری ، مشہور محدث ، حافظ ، اصولی ، مؤرخ اور لغوی ہیں ۔ (معجم المولفین ۷/۱۳۲) ۔

۶۔ تہذیب التہذیب ۲/۲۶۷ ۔ ابوزرعہ (۰۰—۲۸۰ھ/۰۰—۸۹۳م) عبدالرحمٰن بن عمرو بن عبداللہ ، دمشقی ، حدیث اور رجال میں اپنے زمانے کے ائمہ میں سے ہیں ۔ (الاعلام ۴/۹۴) ۔

۷۔ منہاج السنہ ۴/۱۵۵ ، ۱۵۶ ۔ ابن تیمیہ (۶۶۱—۷۲۸ھ/۱۲۶۳—۱۳۲۸م) احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام ، تقی الدین ، ابو العباس ، شیخ الاسلام ، محدث ، حافظ ، مفسر ، فقیہ اور مجتہد ہیں ۔ (معجم المؤلفین ۱/۲۶۱) ۔

شاہ ولی اللہ[1] نے اس مسئلے میں مختلف مقامات پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے ۔ ان سب کو سامنے رکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مسئلے میں ان کے فکر میں تدریج پائی جاتی ہے ۔ کہیں وہ سکوت اختیار کرتے ہیں ، کہیں اتصال کے قائل معلوم ہوتے ہیں ، کہیں انکار کی طرف مائل نظر آتے ہیں اور اشاراتِ کلام سے اپنا منشا ظاہر کرتے ہیں ۔ کہیں اشارے سے صراحت پر آتر آتے ہیں اور اتصال کے انکار میں پوری قوت صرف کرتے ہوئے دلائل کا انبار لگا دیتے ہیں اور کہیں اپنے آپ کو حیرت اور اشتباہ میں مبتلا پاتے ہیں ۔

'الانتباہ' میں ، طریقۂ قادریہ کے بیان میں لکھتے ہیں :

''و الصوفیۃ اتفقوا علی ان الحسن البصری اخذ عن سیدنا علی

۱۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ۴ شوال ۱۱۱۴ھ/۱۰ فروری ۱۷۰۳ء بروز چہار شنبہ بوقت طلوع آفتاب قصبۂ پھلت میں پیدا ہوئے ۔ چودھویں سال شادی ہوئی اور مختصر عرصے میں اہلیہ کا انتقال ہو گیا ۔ یہ شادی ماموں زاد بہن سے ہوئی تھی جو ان کے بڑے ماموں شیخ عبیداللہ پھلتی کی صاحبزادی اور شاہ محمد عاشق کی ہمشیرہ تھیں ۔ ان کے بطن سے دو بچے ہوئے : شیخ محمد اور امۃ العزیز ۔ دوسرا عقد ۱۱۵۷ھ میں مولوی سید حامد سونی پتی کی صاحبزادی سے ہوا جن کے بطن سے شاہ عبدالعزیز (م ۱۲۳۸ھ) ، شاہ رفیع الدین (م ۱۲۳۳ھ) ، شاہ عبدالقادر (م ۱۲۳۰ھ) اور شاہ عبدالغنی (م ۱۲۰۲ھ غالباً) پیدا ہوئے ۔ پانچ سال کی عمر میں شاہ ولی اللہ مکتب میں بیٹھے اور پندرہ سال کی عمر میں تحصیلِ علم سے فراغت حاصل کی ۔ فراغت کے بعد بارہ سال تک مدرسۂ رحیمیہ میں درس دیا ۔ ۸ ربیع الثانی ۱۱۴۳ھ کو حج کے لیے روانہ ہوئے اور رجب ۱۱۴۵ھ میں وطن واپس پہنچے ۔ حرمین شریفین میں منجملہ دیگر اساتذہ کے شیخ ابو طاہر کردی (م ۱۱۴۵ھ) سے خصوصی تلمذ رہا ۔ بعض حضرات شاہ صاحب کی تصانیف دو سو سے زیادہ بتاتے ہیں ۔ راقم الحروف کو ان کی اکہتر کتابوں کا پتا چل سکا ہے ۔ ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ/۲۰ اگست ۱۷۶۲ء بوقتِ ظہر اکسٹھ سال چار ماہ کی عمر میں وفات پائی ۔ دہلی کی شہر پناہ سے باہر بجانبِ جنوب ترکمان دروازے سے باہر آپ کا مزار ہے ۔ (اصول فقہ میں شاہ ولی اللہ کا مسلک ، ص ۹۹–۱۲۶) ۔

رضی اللہ عنہ ۔''[1]

(ترجمہ) اور صوفیہ اس پر متفق ہیں کہ حسن بصری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اخذ کیا ۔

یہاں شاہ صاحب نے صرف صوفیہ کا اتفاق نقل کرکے سکوت اختیار کیا ہے اور اس بارے میں اپنے کسی خیال کا اظہار نہیں کیا کہ انھیں صوفیہ کے اس اجماع سے اتفاق ہے یا اختلاف ۔

الانتباہ ہی میں مزید تحریر فرماتے ہیں :

''والحسن البصری ینسب الی سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہم عند اہلِ السلوک قاطبة و ان کان اہل الحدیث لا یثبتون ذالک و قد انتصر الشیخ احمد القشاشی لاہل السلوک ، والکلام واف شاف فی الکتاب العقد الفرید فی سلاسل اہل التوحید ۔''[2]

(ترجمہ) اور اہلِ سلوک کے نزدیک متفقہ طور پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جانب حسن بصری کی نسبت کی جاتی ہے ، اگرچہ علماے حدیث اس انتساب کا اثبات نہیں کرتے ۔ اور شیخ احمد قشاشی نے اپنی کتاب ''العقد الفرید فی سلاسل اہل التوحید'' میں وافی و شافی گفتگو فرما کر اہلِ سلوک کی تائید کی ہے ۔

اس موقع پر صوفیہ اور محدثین کا اختلاف ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ شاہ صاحب نے شیخ قشاشی کی کتاب کا حوالہ بھی دیا اور اس کے بارے میں اپنی اس رائے کا اظہار بھی کیا کہ اس میں اہلِ سلوک کی جو تائید

۱۔ الانتباہ ، ص ۱۸ ۔

۲۔ الانتباہ ، ص ۳۱ ۔ شیخ قشاشی کی کتاب کا صحیح نام ''السمط المجید فی شان البیعة والذکر و تلقینہ و سلاسل اہل التوحید'' ہے ۔ یہ کتاب مجلس دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن سے پہلی بار ۱۳۲۷ھ میں شائع ہوئی ہے ۔ اس کتاب میں حضرت علی کے ساتھ حضرت حسن بصری کے اتصال کی بحث ص ۸٦ سے ص ۱۱۰ تک پھیلی ہوئی ہے ۔ شیخ قشاشی کا انتقال ۱۰۷۱ھ میں ہوا (انفاس العارفین ، ص ۱۸٦) ۔

کی گئی ہے وہ وافی و شافی ہے - ان کی یہ رائے ، ان کے اس رجحان کو ظاہر کرتی ہے کہ گویا وہ بھی اس تائید سے مطمئن ہیں اور ان کا مسلک بھی وہی ہے جو عام صوفیہ کا ہے -

'الانتباہ' میں تسبیح کی سند بیان کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں :

''بدایة الحسن کانت من غیر شک مع اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فانه ولد لسنتین بقیتاً من خلافة عمر[1] و رأی عثمان[2] و علیا و طلحة رضی الله عنهم و حضر یوم الدار فی قضیة عثمان و عمره اربع عشرة سنة و روی عن عثمان و علی و عمران بن حصین[3] و معقل بن یسار[4] و ابی بکرة[5]

۱- حضرت عمر بن خطابؓ ۵ یا ۶ھ میں اسلام لائے - مدتِ خلافت ساڑھے دس سال رہی - ۴ ذی الحجۃ ۲۳ھ بروز چہار شنبہ ابولؤلؤ نے نیزہ مارا اور ۱۰ محرم ۲۴ھ بروز یکشنبہ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی - (اکمال ، ص ۱۸)

۲- حضرت عثمان بن عفان ابتدائے اسلام میں حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر اسلام لائے - یکم محرم ۲۴ھ کو خلیفہ ہوئے ، مدتِ خلافت کچھ روز کم بارہ سال ہوئی - مصر کے اسود تجیبی یا کسی اور نے ذی الحجہ ۳۵ھ میں عید الاضحیٰ کے بعد ۸۲ یا ۸۸ سال کی عمر میں آپ کو شہید کیا - بروز شنبہ بقیع میں دفن ہوئے - (اکمال ، ص ۱۸) -

۳- عمران بن حصینؓ فضلاء اور فقہاء صحابہ میں سے ہیں - خیبر کے سال اسلام لائے - بصرہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں ۵۲ھ میں انتقال ہوا - (اکمال ، ص ۲۳) -

۴- معقل بن یسارمزنی نے بصرہ میں سکونت اختیار کی - بصرے کی نہر معقل انھی کی طرف منسوب ہے - ۶۰ھ کے بعد عبید الله بن زیاد کی امارت کے دوران میں انتقال ہوا - اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ خلافتِ معاویہ کے دوران میں انتقال ہوا (اکمال ، ص ۳۲) -

۵- حضرت ابوبکرہ ثقفیؓ کا نام نفیع بن الحارث ہے - بعض حضرات مسروح نام لکھتے ہیں - طائف میں اسلام لائے اور بصرے میں سکونت اختیار کی - ۵۱ یا ۵۲ھ میں بصرے ہی میں انتقال ہوا - (تقریب التہذیب ، ص ۵۲۵) -

و ابی موسیٰ[1] و ابنِ عباس[2] و جابر بن عبداللہ[3] رضی اللہ عنہم و خلق کثیر من الصحابۃ ۔ والخلاف فی روایتہ عن علی مشہور ۔''[4]

(ترجمہ) حسن کی ابتداء بلا شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے ساتھ ہوئی کیونکہ وہ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے دو سال باقی تھے ۔ انھوں نے عثمان ، علی اور طلحہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا ۔ حضرت عثمان کے قضیے میں وہ یوم الدار (شہادت عثمان کا واقعہ) میں موجود تھے اور اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی ۔ انھوں نے عثمان ، علی ، عمران بن حصین ، معقل بن یسار ، ابو بکرہ ، ابوموسیٰ ، ابن عباس اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اور دوسرے بہت سے صحابہ سے روایت کی ۔ اور علیؓ سے ان کی روایت میں اختلاف مشہور ہے ۔

اس مرحلے پر پہنچ کر شاہ ولی اللہ کا رجحان زیادہ واضح ہو جاتا ہے ، کیونکہ ''رأی عثمان و علیا'' (انھوں نے عثمانؓ اور علیؓ کو دیکھا) اور ''روی عن عثمان و علی'' (انھوں نے عثمانؓ اور علیؓ سے روایت کی) کے الفاظ اس باب میں صریح ہیں کہ وہ حسن اور علی کے درمیان اتصال اور رؤیت و روایت کے قائل ہیں ۔ البتہ اپنی ذاتی رائے کے اظہار کے ساتھ ساتھ انھوں نے حسن کی علی سے روایت کے بارے میں جو مشہور اختلاف ہے اس کا بھی ذکر کر دیا ۔

۱۔ ابو موسیٰ اشعریؓ مکہ میں اسلام لائے ، حبشہ کی طرف ہجرت کی ، عہد فاروق میں بصرہ کے اور عہدِ عثمانی میں کوفہ کے والی رہے ، تحکیم کے بعد مکہ آگئے اور وہیں ۵۲ھ میں انتقال ہوا ۔ (اکمال ، ص ۳۴) ۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں ، ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے اور ۶۸ھ میں طائف میں وفات پائی (تقریب التہذیب ، ص ۲۷۲) ۔

۳۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ صحابی ہیں ۔ ان کا انتقال ۷۸ یا ۷۹ھ میں ہوا ۔ (کتاب الجمع ۱/۷۲) ۔

۴۔ الانتباہ ، ص ۱۴۲-۱۴۳ ۔

احسن الزمان خاں[1] لکھتے ہیں کہ 'الانتباہ' ۱۱۵۳ھ کی تصنیف ہے کیونکہ مصنف نے خود اس کے اتمام کی تاریخ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۱۵۳ھ لکھی ہے۔[2] اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کم از کم 'الانتباہ' کی تصنیف کے زمانہ یعنی ۱۱۵۳ھ تک وہ اتصال کے قائل تھے، لیکن بعد میں ان کے نظریے میں تغیّر آ گیا اور انھوں نے علی کے ساتھ حسن کے اتصال کی شدت سے تردید کی۔ چنانچہ 'قرۃ العینین' میں، جو 'الانتباہ' کے بعد کی تصنیف ہے[3]، انھوں نے اس مسئلے کا بڑی تفصیل کے ساتھ جائزہ لیا ہے[4]، اور اس کے ایک ایک پہلو پر وضاحت کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ حسن کا علی کے ساتھ اتصال ثابت نہیں۔

'قرۃ العینین' کی تصنیف سے شاہ ولی اللہ کا اصل مقصد دوسرے

۱۔ مولانا احسن الزمان خاں حیدر آبادی، مولانا محمد علی خیر آبادی کے مرید ہیں۔ ۱۱۹۹ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ انھوں نے مولانا فخر الدین دہلوی کے رسالے ''فخر الحسن'' کی شرح دو ضخیم جلدوں میں عربی میں لکھی۔
(تذکرۂ مشائخ چشت، ص ۳۸۰، ۶۸۲)۔

۲۔ القول المستحسن فی فخرالحسن ۱/۱۰۸، ۱۰۹ (حاشیہ)۔ 'انتباہ' کا جو نسخہ مطبوعہ آرسی برقی پریس دہلی راقم الحروف کے سامنے ہے، اس کے آخر میں اتمام کی کوئی تاریخ درج نہیں۔ البتہ راقم الحروف کی اپنی تحقیق کے مطابق بھی 'الانتباہ' ۱۱۶۰ھ سے پہلے کی تصنیف ہے۔ ملاحظہ فرمائیے ''اصولِ فقہ میں شاہ ولی اللہ کا مسلک'' مخطوطہ، ص ۱۴۱۔

۳۔ احسن الزماں خاں نے لکھا ہے کہ شاہ فخرالدین کے دہلی آ جانے اور مشہور ہو جانے کے بعد، شاہ ولی اللہ نے آخر عمر میں علی سے حسن کے اتصال کا انکار کیا۔ اور شاہ فخرالدین نے جب 'رسالہ فخر الحسن' میں اس کا جواب دیا اور یہ رسالہ ان کی نظر سے گزرا تو اس کے چند روز بعد ۱۱۷۴ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ (القول المستحسن ۱/۱۰۸، ۱۰۹)۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرۃ العینین ۱۱۶۲ھ کے بعد کی تصنیف ہے، حالانکہ راقم الحروف کی تحقیق یہ ہے کہ یہ ۱۱۶۰ھ سے قبل کی تصنیف ہے۔ (ملاحظہ ہو ''اصولِ فقہ میں شاہ ولی اللہ کا مسلک''، مخطوطہ، ص ۱۴۱)۔

۴۔ قرۃ العینین، ص ۲۹۸ - ۳۰۹۔

صحابہ پر شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی فضیلت ثابت کرنا ہے، جیسا کہ خود اس کتاب کے نام ''قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین'' سے ظاہر ہے۔ دوسرے صحابہ میں جو فضائل پائے جاتے ہیں اور جن سے شبہ ہوتا ہے کہ وہ شیخین سے افضل ہیں، شاہ صاحب ان صحابہ کا اور ان کے فضائل کا ذکر کرکے، اس طرح کے شبہات کا جواب بھی دیتے جاتے ہیں۔

امتِ مسلمہ میں ایک گروہ ہمیشہ سے ایسا رہا ہے جو حضرات شیخین رض کے مقابلے میں حضرت علی رض کی افضلیت کا قائل ہے۔ بعض صوفیہ بھی اس گروہ کے ہم خیال ہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ''ہمارے زمانے کے صوفیاء کی ایک جماعت اس شبہے کی بنا پر حضرت علی رض کی افضلیت کی قائل ہے کہ تصوف کے سلاسل کا مدار حضرت علی پر ہے۔''[1]

شاہ صاحب نے اسی شبہے کا جواب دیتے ہوئے حضرت علی رض کے ساتھ حضرت حسن بصری کے اتصال پر گفتگو کی ہے۔ انھوں نے اس شبہہ کا جو جواب دیا ہے اس کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

یہ سلاسل حضرت حسن بصری کے توسط سے حضرت علی تک پہنچتے ہیں اور حسن بصری کا اتصال حضرت علی سے ثابت نہیں، اس لیے کہ:

(الف) اگر حضرت علی کے ساتھ حسن بصری کا اتصال ثابت ہوتا تو ان کے ساتھ حسن بصری کی معتدبہ صحبت بھی ثابت ہوتی۔

(ب) چونکہ معتدبہ صحبت ثابت نہیں اس لیے اتصال بھی ثابت نہیں۔

صحبت اور اتصال کے درمیان تلازم اس لیے ہے کہ اتصال کا مدار چار باتوں پر ہے: خرقہ، تلقین، بیعت اور صحبتِ مستمرہ۔ اور ان میں سے کوئی چیز ثابت نہیں۔

خرقہ عصرِ اول میں موجود ہی نہ تھا اور ایسی تمام روایات بے اصل

١- قرۃ العینین، ص ٢٩٨۔

ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اور حضرت علی نے حسن بصری کو خرقہ پہنایا -

تلقین سے مراد اگر صرف لا الٰہ الا اللہ پڑھوانا ہے تو اس طرح کی تلقین ہر باپ اپنے بیٹے کو کیا کرتا ہے - اور اگر تلقین سے آداب و اذکار و اشارات مراد ہیں تو اس کے لیے طویل صحبت کی ضرورت ہے ، اور طویل صحبت ثابت نہیں ، جیسا کہ عنقریب بیان کیا جائے گا - مزید یہ کہ اگر حضرت حسن نے حضرت علی سے آداب و اذکار و اشارات سیکھے ہوتے تو وہ اس کا ذکر کرتے ، حالانکہ انھوں نے اس کا کہیں ذکر نہیں کیا -

جہاں تک بیعت کا تعلق ہے ، اگر اس کا اعتبار کرتے ہیں تو حضرت علی کے سلاسل کے مقابلے میں شیخین کے سلاسل زیادہ ہونے چاہئیں - پھر چونکہ حضرت علی نے خود حضرات شیخین سے بیعت کی ہے اس لیے شیخین کو افضل ہونا چاہیے -[1]

اور جہاں تک صحبتِ مستمرہ کا تعلق ہے ، یہ نقلاً بھی منتفی ہے اور عقلاً بھی - نقلاً اس لیے کہ :

(الف) حضرت علیؓ سے حضرت حسن بصری[3] کی بر روایت بخاری[2] ، مسلم[3] ، ترمذی[4] ، اور ابو داؤد[5] وغیرہ کے نزدیک متصل

۱- جیسا کہ عرض کیا جا چکا ، شاہ صاحب کا اصل مقصد چونکہ شیخین کی فضیلت ثابت کرنا ہے اس لیے انھوں نے یہاں صرف اپنے مقصد پر اکتفا کیا اور حضرت علی کے ساتھ حضرت حسن کی بیعت کا نہ اثبات کیا نہ نفی - اور یہ پہلی کمزوری ہے جو شاہ صاحب کے استدلال میں پائی جاتی ہے ، کیونکہ بیعت کے لیے مطلقاً اتصال کافی ہے ، معتدبہ صحبت کی ضرورت نہیں جس کی نفی سے شاہ صاحب نے اتصال کی نفی کی ہے -

۲- بخاری (۱۹۴ - ۲۵۶ھ/۸۱۰ - ۸۷۰م) محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ - صحیح بخاری ان کی مشہور تصنیف ہے - (الاعلام ۲۵۸/۶) -

۳- مسلم (۲۰۴ - ۲۶۱ھ/۸۲۰ - ۸۷۵م) مسلم بن مسلم حجاج بن قشیری - صحیح مسلم ان کی مشہور تصنیف ہے - (ایضاً ۱۱۷/۸) -

(بقیہ حواشی اگلے صفحے پر)

نہیں بلکہ مرسل ہے اور حضرت علیؓ سے حضرت حسن کی اکثر مرویات قیس بن عباد کے واسطے سے ہیں ۔

(ب) اگرچہ زمانہ صحبت و روایت کے لیے مساعد تھا لیکن منقول امور میں وقوع کا اعتبار ہوتا ہے ، صرف امکان کافی نہیں ۔

(ج) جو لوگ صرف معاصرت کی بنا پر صحبت و روایت کی تصحیح کر دیتے ہیں ، محققینِ اہلِ حدیث کے نزدیک یہ درست نہیں ۔[1]

(بقیہ حاشیہ نمبر ۴ و ۵ گزشتہ صفحہ)

۴۔ ترمذی (۲۰۹ - ۲۷۹ھ/۸۲۴ - ۸۹۲م) محمد بن عیسیٰ ، ابو عیسیٰ ۔ (ایضاً ۷/۲۱۳)

۵۔ ابو داؤد (۲۰۲ - ۲۷۵ھ/۸۱۷ - ۸۸۹م) سلیمان بن اشعث ۔ اپنے زمانے میں اصحاب حدیث کے امام تھے ۔ (ایضاً ۳/۱۸۲) ۔

(حاشیہ صفحہ ہذا)

۱۔ شاہ صاحب کی یہ بات محلِ نظر ہے کیونکہ امام مسلم ایک ثقہ راوی کے اپنے مروی عنہ سے اتصال کے لیے صرف معاصرت کو کافی سمجھتے ہیں جبکہ کسی خارجی شہادت سے اس کی نفی نہ ہوتی ہو ۔ اسی لیے ام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمے میں امام بخاری پر ، نام لیے بغیر ، سخت نکیر کی ہے جو معاصرت کو اتصال کے لیے کافی نہیں سمجھتے بلکہ کسی معین روایت میں کسی ایسے صیغے کی جستجو کرتے ہیں جو سماع میں صریح ہو ۔

مزید یہ کہ محققین اہل حدیث ہی کے یہاں ایسی متعدد نظیریں ملتی ہیں جن میں وہ امکان عقلی کی وجہ سے اتصال پر استدلال کرتے ہیں ۔ مثلاً ابن حبان (جو حسنؒ کے علیؓ کے ساتھ اتصال کے منکر ہیں) اپنی صحیح میں لکھتے ہیں کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ مجاہد نے عائشہؓ سے نہیں سنا تو یہ محض اس کا وہم ہوگا کیوں کہ عائشہؓ کا انتقال ۵۷ھ میں ہوا ، جب کہ مجاہد ۲۱ھ میں پیدا ہو چکے تھے ۔ (القول المستحسن ۱/۶۲) ۔

بیہقی 'معرفة' میں لکھتے ہیں کہ قیس بن سعد نے ان لوگوں سے بھی روایت کی ہے جو عمرو بن دینار سے عمر میں بڑے تھے اور ان کا انتقال بھی عمرو سے پہلے ہوا ؛ مثلاً عطاء بن ابی رباح اور مجاہد بن جبیر ۔ اور عمرو بن دینار سے ان لوگوں نے بھی روایت کی ہے جو قیس کے ہم عصر ہیں اور جو قیس سے پہلے ان سے ملے ہیں ، مثلاً ایوب سختیانی ، جنھوں نے انس بن مالکؓ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

۱- ترمذی 'باب الحدود' میں لکھتے ہیں :

لا اعرف للحسن سماعا من علی[1] -

یعنی علی سے حسن کا سماع مجھے معلوم نہیں -

۲- مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمے میں قتادہ[2] کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :

و اللہ ما حدثنا الحسن عن بدری مشافہةً -[3]

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ)

کو دیکھا ہے اور سعید بن جبیر سے روایت کی ہے ، اس کے بعد عمرو بن دینار سے روایت کی ہے - پس عمرو بن دینار سے قیس کی روایت کا کیوں انکار کیا جائے - (ایضاً ۱/۶۳) -

حافظ مغرب ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ عروہ سے حبیب کے لقاء کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ جو عروہ سے عمر میں بڑے ہیں - اور جن کا انتقال بھی عروہ سے پہلے ہوا ہے ، حبیب نے ان سے بھی روایت کی ہے - (ایضاً)

امام بخاری کے شیخ علی ابن مدینی (جو علی سے حسن کے اتصال کے منکر ہیں) اپنی 'علل' میں لکھتے ہیں کہ میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ مجاہد ام ہانی سے ملے ہوں ، اس لیے کہ مجاہد کی طرح ان سے دوسرے متعدد افراد نے بھی روایت کی ہے مثلاً یوسف بن ماہک اور مجاہد کا صحابہ کی ایک جماعت سے لقاء ہوا ہے اور انہوں نے ان سے سنا ہے ، مثلاً حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہ - (ایضاً ۱/۶۲) -

اگر اس طرح کے عقلی دلائل اور اس طرح کے امکانِ لقاء سے ، مجاہد کے عائشہؓ اور ام ہانیؓ سے ، قیس بن سعد کے عمرو بن دینار سے اور حبیب کے عروہ سے لقاء و سماع پر استدلال کیا جا سکتا ہے تو اسی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ قوی دلائل سے حسن کے علی سے لقاء و سماع پر استدلال کیوں نہیں کیا جا سکتا ؟

(حاشیہ صفحہ ہذا)

۱- جامع ترمذی ، ۱/۱۷۱ -

۲- قتادہ بن دعامہ سدوسی ، احفظ اہل زمان تھے ، ۱۰۷ھ میں انتقال ہوا - (اکمال ، ص ۳۰)

۳- مقدمہ صحیح مسلم ، ۱/۱۰۵ - ۱۰۷ - وجہِ استدلال یہ ہے کہ حضرت علیؓ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

خدا کی قسم ہم سے حسن نے کسی بدری سے کوئی روایت
مشافہۃً بیان نہیں کی -

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ)
بدری ہیں اور حضرت حسنؓ نے کسی بدری سے مشافہۃً کوئی روایت نہیں کی - چنانچہ حضرت علیؓ سے بھی مشافہۃً کوئی روایت نہیں کی - اور چونکہ امام مسلم نے قتادہ کے قول پر کوئی نقد نہیں کیا لہٰذا وہ بھی قتادہ سے متفق ہیں -

لیکن حقیقت یہ ہے کہ قتادہ کے اس قول کا مطلب صرف یہ ہے کہ حسن نے جو روایات ہم سے بیان کی ہیں ، ان میں سے کسی بدری سے مشافہۃً کوئی روایت نہیں ملتی - اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حسن نے کسی بدری سے مشافہۃ کوئی روایت کی ہی نہیں -

اس کی دلیل یہ ہے کہ جو بات حسن نے قتادہ کے بارے میں کہی ہے اسی طرح کی بات سعید بن المسیب کے بارے میں بھی کہی ہے - وہ کہتے ہیں ''واللہ ما حدثنا الحسن عن بدری مشافہۃ و لا سعید غیر سعد'' (مقدمہ مسلم حوالہ سابقہ) یعنی حسن کی طرح سعید (ابن المسیب) نے بھی ہم سے سعد (بن ابی وقاص) کے سوا کسی بدری سے مشافہۃً کوئی حدیث بیان نہیں کی - اگر اس کا یہ مطلب ہو کہ سعد بن ابی وقاص کے سوا کسی بدری سے سعید بن المسیب نے کوئی روایت ہی نہیں کی تو یہ درست نہیں کیوں کہ سعد بن ابی وقاص کے علاوہ دوسرے صحابہ سے بھی ان کی مشافہۃً روایت کا ثبوت کتب حدیث سے ملتا ہے -

چنانچہ امام بخاری نے 'تاریخ صغیر' (ص ۱۰۵) میں سعید بن المسیب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے علیؓ اور عثمانؓ کے درمیان صلح کرائی - امام بخاری نے اپنی 'جامع صحیح' میں بھی سعید بن المسیب کی اس روایت کی تخریج کی ہے کہ عسقان کے مقام پر عثمانؓ اور علیؓ کے درمیان میرے سامنے اختلاف ہوا - (صحیح بخاری ۱/۲۱۳) -

تاریخ صغیر (ص ۳۰ ، ۱۰۵) میں امام بخاری نے حسن کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ''مجھے وہ دن یاد ہے جب عمرؓ نے منبر پر نعمان بن مقرن کی شہادت کی خبر سنائی -'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سعید نے عمرؓ سے بھی مشافہۃً روایت کی ہے -

علامہ نووی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد بھی عمرؓ
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

جامع الاصول میں ہے :

قیل انہ لقی علیا بالمدینۃ و اما بالبصرۃ فان رویتہ ایاہ لم تصح[1] -

کہا گیا ہے کہ حسن علی سے مدینے میں ملے ہیں لیکن یہ ثابت نہیں کہ بصرے میں حسن نے علی کو دیکھا ہو -

صحبتِ مستمرہ عقلاً اس لیے منتفی ہے کہ ہمیں استقرائے کامل سے معلوم ہے کہ جس صوفی کو اپنے شیخ کی طویل صحبت میسر آتی ہے تو وہ اذکار ، آداب ، احوال ، کرامات اور اشارات کے قبیل سے بہت سے امور اپنے شیخ سے نقل کرتا ہے - اور چونکہ حسن بصری نے حضرت علی رض سے یہ امور نقل نہیں کیے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں حضرت علی رض کے ساتھ طویل صحبت میسر نہیں آئی -

اس کے بعد شاہ ولی اللہ نے اس سلسلے میں پیدا ہونے والے چند

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ)

سے سعید کی مشافہۃً روایت کے قائل تھے (تہذیب الاسماء ۱/۲۱۹ ، ۲۲۰) - علامہ نووی مزید لکھتے ہیں کہ سعید نے عمر ، عثمان اور سعد بن ابی وقاص سے سنا - (ایضاً)

معلوم ہوا ہے کہ قتادہ کی اس بات کا کہ ''سعید نے ہم سے سعد کے سوا کسی بدری سے مشافہۃً کوئی حدیث بیان نہیں کی'' مطلب یہ ہے کہ یوں تو سعید نے دوسرے بدری صحابہ سے روایت کی ہے لیکن قتادہ سے سعید نے جو روایات بیان کی ہیں ان میں سعد کے سوا کسی بدری سے مشافہۃً کوئی روایت نہیں - اسی طرح قتادہ کی اس بات کا کہ ''ہم سے حسن نے کسی بدری سے مشافہۃً کوئی حدیث بیان نہیں کی'' بھی مطلب یہی ہے کہ سعید کی طرح اگرچہ حسن کی روایات بھی بدری صحابہ سے مشافہۃً ہیں لیکن قتادہ سے انہوں نے جو روایات بیان کی ہیں ان میں کسی بدری سے مشافہۃً کوئی روایت نہیں -

(حاشیہ صفحہ ہذا)

۱- یہ جامع الاصول کی آخری جلد میں ہے جو فن اسماء الرجال سے متعلق ہے اور جو اب تک طبع نہیں ہوئی - وجہِ استدلال یہ ہے کہ بصرے میں لقاء کی تو ابن اثیر نے جزم کے ساتھ نفی کی ہے اور مدینے میں لقاء کو بھی 'قیل' کے صیغے سے ذکر کیا جو تضعیف کے لیے استعمال ہوتا ہے -

حسبِ ذیل شبہات ذکر کر کے ان کے جوابات دیے ہیں :

۱- شبہ : شیخ سے اثر پذیری کے لیے طویل صحبت کی ضرورت نہیں - کبھی یہ اثر صرف ایک لمحے میں ہو جاتا ہے بلکہ کبھی علم سلوک کی تعلیم کے بغیر بھی ہو جاتا ہے -

جواب : حضرت حسن بصریؒ سے ایسی کوئی بات منقول نہیں کہ انھیں یہ نسبت حضرت علیؓ سے حاصل ہوئی ہے - اور حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلے میں نہ مثبت کے پاس کوئی قطعی دلیل ہے اور نہ نافی کے پاس - طرفین اماراتِ ظنّیہ سے کام لیتے ہیں ، اور جہاں تک امارات کا تعلق ہے استقراء سے یہ معلوم ہے کہ امکان عقلی نادر الوقوع صورتوں کو چھوڑ کر عام صورت یہی ہے کہ شیخ سے اس کے مرید کے دل کی اثر پذیری طویل صحبت کی متقاضی ہوتی ہے -

۲- شبہ : حضرت علیؓ سے حضرت حسنؒ کے دل کی اثر پذیری کی بڑی علامت اصحابِ سلاسل کی یہ تصریحات ہیں کہ یہ طریقہ حضرت حسن بصریؒ کے واسطے سے چلا ہے اور اکابر اصحاب سلاسل اثر باطن سے زیادہ واقف ہوتے ہیں اور ان کا مقام اس سے بلند ہے کہ وہ جھوٹ بولیں یا تحقیق کے بغیر کوئی بات کہیں -

جواب : اکابر سلاسل کے صدق میں اور اثر باطن سے زیادہ واقف ہونے میں کلام نہیں ، لیکن جو امر کہ روایت پر موقوف ہو اس میں روایت کی تصحیح کرنی چاہیے - ان حضرات کے سلسلے سے وابستہ ہونا اور ان کا احسان مند ہونا اس کے لیے مانع نہیں ہے کہ ان کی مرویات کے صحت و ضعف میں بحث و تفتیش کی جائے - اور جہاں تک روایت کا تعلق ہے ، حضرت علیؓ کے ساتھ حضرت حسن بصریؒ کا اتصال بخاری ، مسلم ، ترمذی اور ابو داؤد کے نزدیک ، جو منقول علوم کے لیے کسوٹی ہیں ، ثابت نہیں ، بلکہ یہ حضرات وثوق کے ساتھ اتصال کی نفی کرتے ہیں - اور اتصال کے معاملے میں صرف معاصرت پر اکتفاء کرنا ایسی بات ہے جو سلیم ذہن کے لیے قابلِ قبول نہیں -

۳- **شبہ :** شیخ جلال الدین سیوطی نے اتصال کا اثبات کیا ہے[1] -
جواب : وہ لوگ جو حفظ میں سیوطی سے فائق ہیں ، اتصال کی نفی کرتے ہیں مثلاً سخاوی[2] ، عسقلانی اور ابن صلاح[3] -

۴- **شبہ :** علامہ سیوطی نے اثباتِ اتصال کے لیے یہ دلیل پیش کی ہے کہ مثبت ، نافی پر مقدم ہے[4] -

---

۱- اتحاف ، ص ۷۵ -

۲- سخاوی (۸۳۱ - ۹۰۲ھ/۱۴۲۷ - ۱۴۹۷م) محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد - فقیہ ، محدث اور مؤرخ ہیں اور دوسرے بہت سے علوم میں درک ہے - مدینے میں وفات پائی - (معجم المولفین ، ۱۰/۱۵۰) -

۳- ابن صلاح (۵۷۷ - ۶۴۳ھ/۱۱۸۱ - ۱۲۴۵م) عثمان بن عبدالرحمٰن بن عثمان ، محدث ، فقیہ ، اصولی اور اسماء الرجال کے عارف ہیں اور دوسرے بہت سے علوم میں درک ہے - (ایضاً ۶/۲۵۷) -

سخاوی نے المقاصد الحسنہ (ص ۳۳۱) میں ''لبس الخرقۃ الصوفیۃ'' پر گفتگو کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ ائمہ حدیث کے نزدیک علی سے حسن کا سماع تک ثابت نہیں چہ جائیکہ خرقہ پہننا - سخاوی نے اس انکار کو ابن صلاح اور عسقلانی کی طرف منسوب کیا ہے -

مولانا فخر الدین دہلوی نے اپنے رسالہ فخر الحسن (ص ۲۹) میں علامہ سیوطی کے حوالے سے ابن حجر کے بارے میں لکھا ہے کہ ''ولکنه بعد رجح سماعه و صححه'' - اور یہ بھی لکھا ہے کہ جو لوگ اتصال کو ابن حجر کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ ان کے اس آخری قول پر مطلع نہیں ہوئے - (ایضاً ، ص ۳۰) -

راقم الحروف کے سامنے اتحاف الفرقہ کے تین مطبوعہ نسخے ہیں - ایک مطبوعہ الپنچ بانکی پور ، دوسرا مطبوعہ مطبع مہدی لاہور اور تیسرا مشمولہ ''الحاوی للفتاوی'' مطبوعہ مصر - ان میں سے کسی نسخے میں یہ جملہ نہیں - البتہ سیوطی نے ابن حجر کے حوالے سے 'مسند ابی یعلی' کی جو روایت نقل کی ہے اس سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ وہ بعد میں اتصال کے قائل ہو گئے ہوں - و اللہ اعلم

۴- اتحاف ص ۷۵ - شبہے کی تقریر یہ ہے کہ حضرت علی کے ساتھ حضرت حسن کے اتصال کی روایات مختلف ہیں - بعض اتصال کا اثبات کرتی ہیں اور بعض نفی -
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

جواب : یہ اصول بلاشبہ درست ہے لیکن جو معاصرت کی وجہ سے اتصال کا اثبات کرتا ہے وہ نافی کے حکم میں ہے ، اور جو معاصرت کے باوجود اتصال کی نفی کرتا ہے وہ مثبت کے حکم میں ہے کیونکہ اس کے پاس زیادہ علم ہے[1] -

۵- **شبہ :** علامہ سیوطی اتصال ثابت کرنے کے لیے لکھتے ہیں کہ حسن بصری اس وقت پیدا ہوئے جب حضرت عمر کی خلافت کے دو سال باقی تھے - انھوں نے مدینے میں حضرت ام سلمہؓ[2] کے گھر میں پرورش پائی - حضرت علی مرتضیٰ بھی اس عرصے میں مدینے میں تھے - حسن بصری نے کم از کم حضرت مرتضیٰ کو مسجد میں ، جمعہ اور جماعات میں دیکھا ہے اور حضرت ام سلمہ کے گھر میں ان سے ملاقات کی ہے -[3]

جواب : اس سے زیادہ سے زیادہ تلقینِ ذکر اور لبس خرقہ کا امکان

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ)

شیخ جلال الدین سیوطی اتصال کی روایات کو ترجیح دیتے ہیں ، اور ایک دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ جب دو دلیلوں میں تعارض ہو ، ایک مثبت ہو دوسری نافی ، تو علمِ اُصول کا یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ مثبت دلیل نافی پر مقدم ہوتی ہے - لہٰذا جن روایات سے معاصرت اور اتصال ثابت ہوتا ہے وہ ان پر مقدم ہوں گی جن سے اتصال کی نفی ہوتی ہے -

۱- جواب کی تفصیل یہ ہے کہ یہ اُصول تو درست ہے لیکن اس سے اتصال پر استدلال درست نہیں ، کیونکہ جو لوگ معاصرت کی وجہ سے اتصال کے قائل ہیں وہ استصحاب حال اور ظاہر حال سے تمسک کرتے ہیں اور وہ نافی کے حکم میں ہیں - اور جو لوگ معاصرت کے باوجود اتصال کی نفی کرتے ہیں ، چونکہ وہ استصحاب حال کے خلاف ایک زیادہ بات کے مدعی ہیں اس لیے وہ مثبت کے حکم میں ہیں - لہٰذا اسی اُصول کی بنا پر وہ روایات مقدم ہوں گی جن سے اتصال کی نفی ہوتی ہے کیونکہ وہی روایات مثبت کے حکم میں ہیں -

۲- حضرت ام سلمہ ام المومنین ہند بنت آسیہ کا انتقال ۵۹ھ میں ہوا اور بقیع میں دفن ہوئیں - (اکمال ، ص ۱۵) -

۳- اتحاف ، ص ۷۵ ، ۷٦ -

ثابت ہوتا ہے اور منقول مباحث میں صرف امکان سے کام نہیں چلتا ۔[1]

۶۔ شبہ : علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ حسن بصری سے یہ منقول ہے کہ میں جس روایت کے بارے میں یہ کہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا تو وہ علی سے ہوتی ہے ، لیکن میں ایسے زمانے میں ہوں کہ علی کا نام نہیں لے سکتا ۔[2]

جواب : حسن بصری کی یہ بات درست ہے ، بایں طور کہ روایت حضرت علی ہی سے ہو لیکن بواسطہ ، جیسے کہ کتبِ حدیث میں حسن عن عمر کی سند سے بھی روایات آتی ہیں ، لیکن ظاہر ہے کہ حسن کی عمر سے روایت بالواسطہ ہے ۔ اور حسن بکثرت ارسال کیا کرتے تھے ۔

۷۔ شبہ : علامہ سیوطی نے ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ مسند ابی یعلی کی ایک روایت اس طرح ہے ۔

قال الحسن : سمعت علیا یقول : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''مثل امتی مثل المطر''[3] الحدیث ۔

(ترجمہ) حسن نے کہا کہ میں نے علی کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کی مثال بارش کی سی ہے ۔ الحدیث ۔

(اور اس روایت میں حضرت علی سے حضرت حسن بصری کے سماع

۱۔ اس سے قبل گزر چکا ہے کہ ائمہ محدثین تک امکانِ لقاء سے لقاء پر استدلال کیا کرتے ہیں ۔

۲۔ اتحاف ، ص ۷۶ ۔ ابن عماد حنبلی شذرات الذھب (۱/۱۳۷) میں لکھتے ہیں کہ حسن ، حجاج کی طرف سے بڑے ہولناک واقعات سے دو چار ہوئے ، لیکن اللہ نے انھیں اُس کے شر سے محفوظ رکھا ۔ حجاج جب کبھی ان کی مجلس میں آتا تھا تو وہ اس کے لیے کھڑے نہ ہوتے تھے بلکہ جگہ دے دیتے تھے اور وہ ان کے پہلو میں بیٹھ جاتا تھا اور حسن اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے تھے ۔

۳۔ اتحاف ، ص ۸۰ ۔ یہ حدیث اس طرح پوری ہوتی ہے کہ ''لایدری اولہ خیر ام آخرہ ۔'' ترمذی اور دار قطنی نے اس حدیث کو حضرت انس سے روایت کیا ہے ۔ (المقاصد الحسنہ ، ص ۳۷۴ ، ۳۷۵) ۔

کی صراحت ہے) ۔

جواب : اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تب بھی اس سے معتدبہ صحبت ثابت نہیں ہوتی ۔[1] اور ہماری گفتگو معتدبہ صحبت کے بارے میں ہے ۔

اس بحث کے اختتام پر شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ وجدان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صوفیہ کی باطنی نسبت ، حضرت مرتضی کی باطنی نسبت سے زیادہ مشابہ ہے ، اور حضرت علی کی طرف صوفیہ کے انتساب کی اصل وجہ یہی ہے اور اسی لیے صوفیہ کو اگر اتصال کی ادنٰی شہادت بھی ملی تو انھوں نے اسے قبول کر لیا اور رفتہ رفتہ متاخرین صوفیہ حضرت علی

۱۔ چونکہ شاہ ولی اللہ کی گفتگو کا موضوع خرقہ' بیعت اور تلقین ذکر ہے ، اس لیے ان کی یہ بات تو درست ہے کہ ''اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تب بھی اس سے معتدبہ صحبت ثابت نہیں ہوتی'' لیکن دراصل نفی اتصال پر استدلال میں یہ دوسری کمزوری ہے جو شاہ صاحب کے یہاں پائی جاتی ہے ۔

''اگر صحیح باشد'' کے الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ شاہ صاحب کو اس حدیث کی صحت میں کلام ہے اور جو بات وہ کہہ رہے ہیں ۔ بطور فرض کہہ رہے ہیں چونکہ شاہ صاحب نے اس کی تصریح نہیں کی کہ اس حدیث کی صحت میں انھیں کلام کیوں ہے اس لیے اس کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ اس حدیث کے رواۃ کی کیا حالت ہے اور اس کی صحت میں کلام کی کوئی گنجائش ہے یا نہیں ۔

'مسند ابی یعلی' میں یہ حدیث اس طرح ہے ''حدثنا حوثرۃ بن الاشرس قال اخبرنا عقبۃ ابن ابی الصہباء الباہلی قال سمعت الحسن یقول قال : سمعت علیا یقول : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ''مثل امتی مثل المطر (لایدری اولہ خیر ام آخرہ) ۔

ابو یعلی بالاتفاق حافظ حدیث اور ثقہ ہیں ۔ ابن حبان نے ثقات میں ابو یعلی کو اتقان اور دین کے ساتھ متصف کیا ہے (تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۳۹) ۔ حاکم نے ابو یعلی کا ذکر ''ثقۃ مامون'' کے الفاظ سے کیا ہے (ایضاً) اور ذہبی نے ان کے لیے حافظ ، ثقہ اور محدث الجزیرہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں ۔ (ایضاً ۲/۲۳۸) حوثرہ کو ابن حبان ثقہ مانتے ہیں اسی لیے انھوں نے ان کا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے ۔ (اتحاف ، ص ۸۰) ۔

اور عقبہ کی توثیق امام احمد نے کی ہے (ایضاً) ۔

کے ساتھ حضرت حسن بصری کے اتصال پر متفق ہوگئے۔[1]

اتصال کی اس طرح نفی کرنے اور اس سلسلے میں پیدا ہونے والے شبہات کا جواب دینے کے بعد شاہ صاحب 'قرۃ العینین' میں چند صفحات کے بعد جو کچھ لکھتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان تمام امور کے باوجود اتصال کے معاملے میں حیرت اور شبہے میں مبتلا ہیں۔ فرماتے ہیں :

"ودر انقطاع حسن شبہ قائم نمی شود اگر حسن ظن بایں متاخران نمی بود ، و ہیبت ہمیں عزیزان است کہ در حیرت می اندازد۔"[2]

(ترجمہ) اگر ان متاخرین (صوفیہ) کے ساتھ حسن ظن نہ ہوتا تو حسن کے انقطاع میں کوئی شبہ نہ ہوتا ، لیکن انھی عزیزوں کی ہیبت حیرت میں مبتلا کیے ہوئے ہے۔

☆ ☆ ☆

۱۔ قرۃ العینین ، ص ۳۰۹۔
۲۔ ایضاً۔

کتابیات

کتاب	مصنف	مطبع و سنہ
۱- اتحاف الفرقہ بوصل الخرقۃ	سیوطی ، عبدالرحمٰن بن ابی بکر (م ۹۱۱ھ)	الپنچ بانکی پور ۱۳۲۱ھ
۲- اخبار القضاۃ	وکیع محمد بن خلف بن حیان (م ۳۰۶ھ)	مطبعۃ السعادۃ ، مصر ۱۳۶۶ھ
۳- اصول فقہ میں شاہ ولی اللہ کا مسلک	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ)	مخطوط مملوکہ مؤلف
۴- الاعلام	خیرالدین زرکلی	مطبعۃ کوستانسوماس ، الطبعۃ الثالثۃ
۵- اکمال فی اسماء الرجال	خطیب تبریزی ، ولی الدین ، محمد بن عبداللہ (م ۷۳۷ھ)	مجتبائی دہلی ۱۳۲۰ھ
۶- الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ	شاہ ولی اللہ دہلوی	آرمی برقی پریس دہلی
۷- انفاس العارفین	" "	مجتبائی دہلی ۱۳۳۵ھ
۸- بخاری ، الجامع الصحیح	بخاری ، محمد بن اسمٰعیل (م ۲۵۶ھ)	مطبع ہاشمی میرٹھ ۱۳۲۸ھ
۹- البدایۃ و النہایۃ	ابن کثیر ، عماد الدین ، اسمٰعیل بن عمر (م ۷۷۶ھ)	مطبعۃ السعادۃ ، مصر
۱۰- التاریخ الصغیر	بخاری ، محمد بن اسمٰعیل	مطبع انوار احمدی ، الہ آباد ۱۳۲۵ھ
۱۱- التاریخ الکبیر	" "	دائرۃ المعارف العثمانیہ ، حیدر آباد ۱۳۶۲ھ

ندوة المصنفین دہلی ۱۹۵۳ء

١١- التاريخ الكبير	"	" دائرة المعارف العثمانيه ، حيدر آباد ١٣٦٢ھ
١٢- تاريخ مشائخ چشت	خليق احمد نظامی	ندوة المصنفين دہلی ١٩٥٣ء
١٣- تدريب الراوی فی شرح تقريب النواوی	سيوطی	مکتبہ علميہ مدينہ منورہ ١٣٧٩ھ
١٤- تذکرة الحفاظ	ذہبی ، شمس الدين ، محمد بن احمد (م ٧٤٨ھ)	دائرة المعارف العثمانيه ، حيدر آباد ١٣٧٥ھ
١٥- ترمذی ، جامع	ترمذی ، محمد بن عيسیٰ ، ابو عيسیٰ (م ٢٧٩ھ)	مجتبائی دہلی
١٦- تقريب التهذيب	ابن حجر عسقلانی ، احمد بن علی (م ٨٥٢ھ)	نولکشور ، لکهنؤ ١٣٦٠ھ
١٧- تهذيب الاسماء و اللغات	نووی ، محی الدين بن شرف (م ٦٧٦ھ)	مکتبہ علميہ ، مدينہ منورہ ١٣٧٩ھ
١٨- تهذيب التهذيب	ابن حجر عسقلانی	دائرة المعارف العثمانيه ، حيدر آباد ١٣٢٥ھ
١٩- الحاوی للفتاوی	سيوطی	مطبعة السعادة ، مصر
٢٠- السمط المجيد فی شان البيعة والذکر و تلقينه و سلاسل اہل التوحيد	قشاشی ، احمد بن محمد (م ١٠٧١ھ)	دائرة المعارف العثمانيه ، حيدر آباد ١٣٢٧ھ
٢١- شذرات الذهب فی اخبار من ذهب	ابن عماد حنبلی ، عبدالحیٔ بن احمد (م ١٠٨٩ھ)	مکتبة القدسی ، قاہرہ ١٣٥٠ھ
٢٢- الطبقات الکبری	ابن سعد (م ٢٣٠ھ)	مطبوعہ بيروت ١٣٧٧ھ
٢٣- فخرالحسن	فخر الدين دہلوی (م ١١٢٦ھ)	الپنچ ، بانکی پور ١٣٢١ھ
٢٤- قرة العينين فی تفضيل الشيخين	شاه ولی الله دہلوی	مجتبائی دہلی ١٣١٠ھ

٢٥- القول المستحسن فی فخر الحسن	احسن الزمان خان (م ١١٩٩ھ)	مطبع عزیز دکن ، حیدر آباد ١٣١٢ھ
٢٦- کتاب الجرح و التعدیل	ابن ابی حاتم رازی ، عبدالرحمٰن (م ٣٢٧ھ)	دائرة المعارف العثمانیه ، حیدر آباد ١٣٧١ھ
٢٧- کتاب الجمع بین کتابی ابی نصر الکلاباذی و ابی بکر الا صبهانی فی رجال البخاری و مسلم	مقدسی ، ابن القیسرانی ، محمد بن طاهر (م ٥٠٧ھ)	دائرة المعارف العثمانیه ، حیدر آباد ١٣٢٣ھ
٢٨- الکامل فی التاریخ	ابن اثیرالجزری ، علی بن محمد (م ٦٣٠ھ)	ادارة الطباعة المنیریة مصر ١٣٥٧ھ
٢٩- مسلم ، صحیح	مسلم بن حجاج ، قشیری (م ٢٦١ھ)	المطبعة المصریه
٣٠- معجم المؤلفین	عمر رضا کحاله	مطبعة الترقی ، دمشق ١٣٧٦ھ
٣١- المقاصد الحسنه فی بیان کثیرمن الاحادیث المشتهرة علی الالسنه	سخاوی ، شمس الدین ، محمد بن عبدالرحمٰن (م ٩٠٢ھ)	مکتبه الخانجی ، مصر ، ١٣٧٥ھ
٣٢- منهاج السنة النبویه فی نقض کلام الشیعة القدریه	ابن تیمیه ، احمد بن عبدالحلیم (م ٧٢٨ھ)	المطبعة الکبری الامیریه ، بولاق ، مصر ، ١٣٢٢ھ
٣٣- وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان	ابن خلکان ، احمد بن محمد (م ٦٨١ھ)	مکتبة النهضة المصریه ، قاهره ١٣٦٧ھ
٣٤- Encyclopaedia of Religion and Ethics	R. A. Nicholson	Printed by Morrison and Gibb, London, 1940.